لغات و اعرابِ قرآن (۴۱)

پروفیسر حافظ احمد یار

سورۃ البقرۃ (۲۷)

آیات ۳۸ ــ ۳۹

(گزشتہ سے پیوستہ)

ملاحظہ: کتاب میں حوالہ کے لیے قطعہ بندی (پیراگرافنگ) میں بنیادی طور پر تین ارقام (نمبر) اختیار کیے گئے ہیں۔ سب سے پہلا (دائیں طرف والا) ہندسہ سورۃ کا نمبر شمار ظاہر کرتا ہے۔ اس سے اگلا (درمیانی) ہندسہ اس سورۃ کا قطعہ نمبر (جو زیرِ مطالعہ ہے اور جو کم از کم ایک آیت پر مشتمل ہوتا ہے) ظاہر کرتا ہے۔ اس کے بعد والا (تیسرا) ہندسہ کتاب کے مباحث اربعہ (اللغہ، الاعراب، الرسم اور الضبط) میں سے زیرِ مطالعہ مبحث کو ظاہر کرتا ہے یعنی علی الترتیب اللغہ کے لیے ۱، الاعراب کے لیے ۲، الرسم کے لیے ۳ اور الضبط کے لیے ۴ کا ہندسہ لکھا گیا ہے۔ بحث اللغہ میں چونکہ متعدد کلمات زیرِ بحث آتے ہیں اس لیے یہاں حوالہ کی مزید آسانی کے لیے نمبر ۱ کے بعد قوسین (بریکٹ) میں متعلقہ کلمہ کا ترتیبی نمبر بھی دیا جاتا ہے۔ مثلاً ۲ : ۵ : ۱ (۳) کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث اللغۃ کا تیسرا لفظ اور ۲ : ۵ : ۳ کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث الرسم۔ وھکذا۔

۲ : ۲۷ : ۲ الإعراب

زیرِ مطالعہ آیات کو اعرابی لحاظ سے چار مستقل جملوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ نیچے ہم ہر ایک حصے کو الگ الگ لکھ کر اس کے اعراب بیان کرتے ہیں۔

(۱) قلنا اھبطوا منھا جمیعاً

[قلنا] فعل ماضی معروف صیغہ جمع متکلم ہے جس میں ضمیر تعظیم "نحن" مستتر ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ [اھبطوا] فعل امر معروف کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے جس میں ضمیر فاعلین "انتم" مستتر ہے اور اس ضمیر کی علامت

" اھبطوا " کی آخری واو (الجمع) ہے۔ یہ صیغۂ فعل پورا جملہ فعلیہ (فعل مع فاعل) بن کر فعل " قلنا " کا مقول (مفعول) ہو کر محلاً نصب میں ہے۔

[منھا] جار (من) اور مجرور (ھا) مل کر متعلق فعل (اھبطوا) ہیں

[جمیعًا] یہاں " اھبطوا " کی ضمیر فاعلین (انتم) کا حال ہے اس لیے منصوب ہے۔ علامت نصب تنوین نصب (ـً) ہے۔ یعنی "اترو تم سب اکٹھے ہوتے ہوئے" جس کا بامحاورہ ترجمہ " سب کے سب " ہے۔ دراصل یہاں " قلنا " کے بعد کا سارا جملہ (اھبطوا منھا جمیعًا) اس (قلنا) کا مقول (مفعول ہو کر محلاً منصوب ہے۔

(۲) فإما یاتینکم منی ھدی۔ فمن تبع ھدای ۔ فلا خوفٌ علیھم۔ ولا ھم یحزنون ۔

[فَ] عاطفہ ہے جو مابعد جملے کو ماقبل جملے سے مربوط کرتی ہے۔

[إمّا] ہیں (جو دراصل إنْ + ما ہے) " إنْ " شرطیہ اور " مَا " زائدہ برائے تاکید ہے۔ بعض نحوی اس " إمّا " کو " مُسَلِّطَة " بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ فعل پر نون التاکید مسلط کرتی ہے۔ قرآن کریم میں جہاں بھی یہ " إمّا " (فإما یا و إمّا کی شکل میں) آیا ہے اس کے بعد آنے والا فعل نون ثقیلہ کے ساتھ ہی آیا ہے ——— اردو میں اس کا ترجمہ صرف " تو " ہی سے کیا جاتا ہے۔

[یاتینکم] میں " یَأْتِیَنَّ " فعل مضارع مؤکد بنون ثقیلہ ہے (صیغہ واحد مذکر غائب) اور یہ " إن " شرطیہ کی وجہ سے محلاً مجزوم ہے مگر " إن " کے بعد " مَا " زائدہ مؤکدہ آنے اور آخر پر نون ثقیلہ لگنے سے اس (صیغۂ مضارع) میں ظاہراً کوئی علامت جزم نہیں ہے۔ اور ضمیر منصوب [کم] یہاں اس فعل کا مفعول بہ ہے۔ [مِنّی] یہ حرف الجر (مِن) اور مجرور " نی " (جو دراصل " ی " مع نون الوقایہ ہے) کا مرکب ہے (جب " مِنْ " کے بعد یائے متکلم (ی) آئے تو اس (ی) پر نونِ وقایہ ضرور لگتا ہے اور اسی لیے " شدّ " پیدا ہوتی ہے) یہ مرکب جاری (مِنّی) یہاں متعلق فعل (یاتینّ)

61

ہے۔ یہاں " مِنْ " ابتدائیہ بھی ہو سکتا ہے جس کا ترجمہ " میری طرف سے " ہوگا اور یہ " مِنْ " بیانیہ بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں (اور " مِنِّیْ " کی تقدیم یعنی پہلے آنے " کی وجہ سے بھی) اس کا ترجمہ " میری ہی طرف سے " (کسی اور کی طرف سے نہیں) ہو سکتا ہے۔ [ھدی] فعل (یاتِیَنّ) کا فاعل (لھذا) مرفوع ہے جس میں علامت رفع ظاہر نہیں ہوئی (اس لیے کہ یہ دراصل اسم مقصور ہی ہے) یہاں تک (فامایا تینکم منی ھدی) جملہ کا پہلا حصہ (شرط) مکمل ہوتا ہے۔ اس کے بعد

● [فَمَنْ] کی فاء (ف) رابطہ کے لئے ہے جو جوابِ شرط کے شروع میں آتی ہے۔ اور " مَنْ " شرطیہ (موصولہ) ہے۔ یہاں سے جملہ شرطیہ کے پہلے حصے (بیانِ شرط) یعنی (فاما یا تینکم ......) کا جوابِ شرط پھر ایک جملہ شرطیہ سے شروع ہوتا ہے اور " مَنْ " شرطیہ اس نئے (شرطیہ) جملے کے مبتدأ کا کام دے رہا ہے۔ لہذا مرفوع ہے (اگرچہ مبنی ہونے کے باعث علامتِ رفع کے بغیر ہے) [تَبِعَ] فعل ماضی معروف مع ضمیر فاعل مستتر (ھُوَ) ہے جو مبتدأ (" من ") کے لیے ہے۔ یہاں یہ فعل (تبع) محلاً مجزوم شمار ہوگا کیونکہ اسم شرط (مَنْ) کے بعد آیا ہے تاہم فعل ماضی ہونے کی وجہ سے اس (فعل) میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ [ھدایَ] مضاف (ھدی، ھدا) اور مضاف الیہ (ضمیر متکلم مجرور " ی ") مل کر فعل تبع کا مفعول بہ ہے اور یہ جملہ (فمن تبعَ ھدایَ) اپنے سے پہلے جملے (فاما یا تینکم منی ھدًی) کا جوابِ شرط بھی ہے اور مابعد والے جملے کے لئے جملہ شرطیہ (کا بیانِ شرط والا حصہ) بھی ہے جس کا جواب

● [فلا] کی " فائے " رابطہ (برائے جوابِ شرط) سے شروع ہوتا ہے اور اس کے بعد " لَا " نافیہ (بمعنی لَیْسَ = نہیں) ہے اور [خوفٌ] مبتدأ ہے جو نفی کے ذریعے عموم پیدا ہونے کی بناء پر نکرہ آیا ہے [1] [علیھِم]

(1 حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

جارّ (علی) اور مجرور (ھم) مل کر مبتدأ (خوف) کی محذوف خبر مرفوع (مثلاً موجودٌ، کائنٌ) کا قائم مقام ہے ــــ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں "لا" مشابہ "بلَیْسَ" ہو اور "خوفٌ" کو اس کا اسم مرفوع اور "عَلَیْھِم" کو اس (لیس = لا) کی قائم مقام خبر یعنی محلاً منصوب سمجھا جائے۔ یہاں تک ایک جملہ اسمیہ (فلاخوفٌ علیھم) مکمل ہوکر سابقہ شرط (فمن تبع ھدای) کا جواب شرط بنتا ہے۔[۲]

● [وَلا] اس "وَ" کے ذریعے اس "لَا" کا پہلے "لَا" (خوفٌ والے) پر عطف ہے اور [ھُمْ] ضمیر مرفوع منفصل یہاں مبتدأ کا کام دے رہی ہے اور دونوں جگہ (اوپر علیھم میں اور یہاں) جمع کی ضمیر (ھم) گزشتہ مبتدأ (مَنْ) کے بلحاظ معنی جمع ہونے کی بناء پر آئی ہے [یحزنون] فعل مضارع معروف مع ضمیر فاعلین مستتر (ھم) پورا جملہ فعلیہ (فعل مع فاعل) ہوکر "ھم" کی خبر ہے یا چاہیں تو یہاں بھی "ھم" کو "لا" (مشابہ بلیس) کا اسم (مرفوع) سمجھ کر "یحزنون" کو اس کی خبر (لھذا محلاً منصوب) سمجھ لیں بمعنی "محزونین" سمجھ کر۔ اور یہاں بھی چونکہ

ل مبتدأ کے نکرہ آنے کی کچھ وجوہ یا شرائط ہوتی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نفی اس پر مقدم ہو (یعنی پہلے آئے) جس سے اس میں ایک عموم کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔

۲ عام عربی (غیر قرآن) میں اگر یہاں "لا" لنفی الجنس سمجھ کر "لاخوفَ علیھم" کہیں تو بلحاظ قواعد زبان درست ہوگا (بلکہ ایک آدھ خارج از سبعہ قراءت میں اس طرح پڑھا بھی گیا ہے) لائے نفی جنس سمجھا جائے تو مطلقاً ہر طرح کے خوف (دنیا کا ہو یا آخرت کا) کی نفی ہوتی۔ اب "خوفٌ" (نکرہ مرفوع) کے ذریعے بظاہر آخرت کے خوف کی نفی ہی سمجھی جاسکتی ہے کیونکہ دنیا میں ہر طرح اور ہر قسم کے خوف سے محفوظ ہونا ممکن نہیں ہے۔ اور تنکیر کی وجہ سے خوف سے مراد "بڑا خوف" اور "معمولی خوف (یعنی قلیل یا کثیر خوف) دونوں ہوسکتے ہیں۔

ایک تو " لا " کی تکرار ہے اور وہ مبتدا سے مقدم بھی ہے (یعنی یہ صرف فعل یحزنون کی نفی نہیں ورنہ " وھم لا یحزنون " ہوتا) لھذا اس (ولا ھم یحزنون) کا ترجمہ " اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے " سے کیا جانا چاہیئے مگر سوائے ایک دو کے کسی مترجم نے اس " ہی " کا خیال نہیں کیا۔ اس طرح یہ آخری دونوں جملے (فلاخوفٌ علیھم ــ ولاھم یحزنون) ایک جملہ شرطیہ کے پہلے حصے (فمن تبع ھدایَ) یعنی بیانِ شرط کا جوابِ شرط بھی ہے اور یہ اس " مَن " کی جو جملہ شرطیہ کا مبتدأ تھا، خبر بھی ہے۔

● قاعدہ یہ ہے کہ جب " مَن " (یا کوئی اسم شرط) مبتدأ ہو اور اس کے بعد کوئی مکمل جملہ فعلیہ آ رہا ہو تو (بعض نحویوں کے نزدیک)

(۱) اس جملہ کو اس مبتدأ (مَنْ وغیرہ) کی خبر بھی قرار دیا جاسکتا ہے یعنی یہاں " تبع ھدایَ " " فَمَنْ " کے " مَنْ " کی خبر بھی ہو سکتا ہے۔

(۲) اور بعض کے نزدیک یہ بھی جائز ہے کہ اس شرطیہ جملے کے جواب کو (جو یہاں " فلاخوفٌ علیھم ولاھم یحزنون " ہے) ہی اس " مَنْ " کی خبر سمجھا جائے۔

(۳) اور یہ بھی جائز ہے کہ جملہ شرطیہ یعنی بیانِ شرط (فمن تبع ھدای) اور جوابِ شرط (فلاخوف علیھم ولاھم یحزنون) دونوں کو ملا کر اس " مَنْ " (مبتدأ) کی خبر قرار دیا جائے۔

بہر حال یہ سب " فنی " باتیں ہیں عملاً اردو ترجمہ پر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا سوائے اس کے کہ جملہ شرطیہ (شرط اور جوابِ شرط) میں استعمال ہونے والے صیغہ ہائے فعل ماضی کا ترجمہ فعل مستقبل میں کیا جائے گا۔

(۳) والذین کفروا وکذبوا بایتنا اولٓئک اصحب النار۔

[وَ] یہ واو عاطفہ ہے جس کے ذریعے اگلے " الذین " کو سابقہ جملہ شرطیہ کے مبتدأ (مَنْ) پر عطف کیا گیا ہے (یعنی مَنْ..... والذین.....)۔ یا یوں کہیئے کہ " الذین..... " سے شروع ہونے والے (اگلے) جملے کو

" فمن تبع ..... " سے شروع ہونے والے (پچھلے) جملے کے ساتھ ملا دیا گیا ہے۔ گویا یہاں بھی شرط (فمن تبع.....) اور اس کے نتائج یا جوابِ شرط (فلا خوف.....) بیان کرنے کے بعد اب ایک طرح سے " و من لم یتبعْ ھدایَ " کا انجام بتایا جا رہا ہے۔ مگر اس " عدم اتباع " کی شناعت اور قباحت کی شدت ظاہر کرنے کے لئے اسے " کفر " کہہ کر بیان کیا گیا ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ [الذین] اسم موصول مبتدأ (محلاً مرفوع) ہے اور [کفروا] فعل ماضی معروف مع ضمیرِ فاعلین (ھم) جملہ فعلیہ بن کر " الذین " کا صلہ (یا اس کی ابتداء) ہے۔ [وَکَذَّبوا] کی واو عاطفہ ہے جس کے ذریعے مابعد فعل " کذبوا " کو (جو خود فعل ماضی مع ضمیرِ فاعلین (ھم) ہے) پہلے فعل (کفروا) پر عطف کیا گیا ہے یعنی یہ دونوں فعل بیانِ شرط کا حصہ ہیں۔ [بایاتنا] کی ابتدائی " باء (ب) " تو فعل " کذبوا " کا صلہ ہے جو اس کے مفعول " آیاتنا " (جو خود مضاف (آیات) اور مضاف الیہ (نا) سے مل کر بنا ہے) سے پہلے آیا ہے۔ اس طرح " بآیاتنا " محلاً منصوب ہے (اگرچہ لفظاً مجرور ہے) اس طرح " کفروا وکذبوا بآیاتنا " مل کر " الذین " کا صلہ مکمل ہوتا ہے اور یہ سارا صلہ موصول مل کر مبتدأ بھی ہے۔ (اور " مَنْ " پر عطف ہونے سے بیانِ شرط بھی ہے) جس کی خبر (یا جوابِ شرط) آگے دو جملے آرہے ہیں پہلے (جواب شرط یا خبر والے) جملے کا مبتدأ [اولئک] ہے (لھذا محلاً مرفوع ہے اگرچہ مبنی ہونے کے باعث علامتِ رفع ظاہر نہیں ہے) اور [اصحاب النار] مضاف (اصحاب) اور مضاف الیہ (النار) مل کر پورا مرکب اضافی " اولئک " کی خبر ہے اسی لیے " اصحاب " مرفوع ہے علامتِ رفع آخری " ب " کا ضمہ (ـُـ) ہے۔ یہ پورا جملہ (اولئک اصحاب النار) " الذین " اور اس کے صلہ (کفروا وکذبوا بآیاتنا) کی خبر اوّل بنتی ہے۔

(۴) ھم فیھا خلدون

[ھم] ضمیر مرفوع منفصل مبتدأ ہے اور [فیھا] جار (فی) مجرور (ھا) مل کر آگے آنے والی خبر (خالدون) سے متعلق ہیں۔ [خالدون] "ھُمْ" کی خبر (لھذا) مرفوع ہے علامت رفع آخری نون سے پہلے آنے والی واو ماقبل مرفوع (ـُ وْ) ہے۔ اس طرح یہ جملہ اسمیہ بھی "الذین" والے صلہ موصول (مبتدأ) کی دوسری خبر ہے یعنی پہلی خبر (اولئك اصحاب النار) کا تتمہ ہے۔ اور یہ جملہ (ھم فیھا خلدون) "اصحاب" یا "النار" کا حال بھی ہو سکتا ہے[1] یعنی "ان (اصحاب) کا یہ حال ہوگا کہ وہ اس آگ میں ہمیشہ رہیں گے" یا یہ کہ "اس آگ کا یہ حال ہوگا کہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے"۔ بامحاورہ ترجمہ کے لئے صرف "ھم فیھا خالدون" کا ترجمہ کافی ہے۔ "فیھا" کی ضمیر مؤنث "ھا" کا مرجع "النار" ہے جو مؤنث سماعی ہے۔

● اس جملے میں بھی عام نثر کے قاعدے کے مطابق متعلق خبر (فیھا) کو خبر (خالدون) کے بعد ہونا چاہیے تھا یعنی اصل عبارت "ھم خالدون فیھا" ہوتی۔ مگر "فیھا" کی تقدیم سے ایک تو عبارت میں شعر جیسا حسن پیدا ہو گیا ہے اور ساتھ ہی معنی میں حصر کا مفہوم بھی آ گیا ہے۔ اب اس جملے کا ترجمہ "وہ اس میں ہی ہمیشہ رہنے والے ہوں گے" ہونا چاہیے۔ اور "فیھا" کی اس تقدیم کا یہ بھی تقاضا ہے کہ اس آخری جملے (ھم فیھا خالدون) کو "اصحاب" کی بجائے "النار" ہی کا حال سمجھا جائے۔ اس وجہ سے بھی ترجمہ "اسی میں" ہونا چاہیے۔ اکثر مترجمین نے یہاں "فیھا" کی تقدیم کے اس معنوی اثر کو نظر انداز کر دیا ہے۔ غالباً صرف ایک مترجم (شاہ عبدالقادرؒ) نے یہاں "اسی میں" (یعنی اس ہی میں) کے ساتھ ترجمہ کیا ہے باقی سب نے "اس میں" کو ہی اختیار کیا ہے۔

---

[1] اس توجیہ کی تفصیل کے لیے دیکھئے البیان (ابن الانباری) ج ۱ ص ۷۶۔

۲ : ۲۷ : ۳ الرسم

زیر مطالعہ دو آیات میں بھی بیشتر کلمات کا رسم عثمانی اور رسم املائی ایک جیسا ہے۔ صرف درج ذیل تین کلمات کا رسم مصحف عام املاء سے مختلف ہے۔ یعنی " باٰیتنا، اصحٰب النار اور خٰلدون "۔۔۔ تفصیل یوں ہے:۔

(۱) کلمہ " باٰیتنا " کا عام رسم املائی " بآیاتنا " ہے مگر رسم عثمانی کے مطابق قرآن کریم میں اسے یہاں ۔۔ اور قریباً ہر جگہ ۔۔۔ " ی " کے بعد والے " الف " کے حذف کے ساتھ ۔۔ یعنی باٰیتنا " لکھا جاتا ہے۔ لفظ " آیات " بصورت مفرد یا مرکب (مثلاً مضاف ہو کر) قرآن کریم میں کل ۲۹۵ جگہ آیا ہے۔ یہ ہر جگہ بصورت " ایٰت " (یعنی الف سے ماقبل ھمزہ (ء) اور " ی " کے بعد والے الف کے حذف سے) لکھا جاتا ہے ماسوائے دو مقامات (یونس : ۱۵ و ۲۱) کے کہ وہاں اثبات الالف بعد الیاء کے ساتھ (ایاتنا) لکھا جاتا ہے [۱] البتہ بعض علماءِ رسم نے ایک تیسری جگہ (یوسف: ۷) میں بھی اثبات الف کا ذکر کیا ہے۔ ان مواضع پر حسب موقع بات ہو گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۲) اصحٰب النار : کا پہلا لفظ عام عربی املاء میں " اصحاب " لکھا جاتا ہے مگر قرآن کریم کے اندر یہ لفظ رسم عثمانی کے اتباع میں ہر جگہ (اور یہ لفظ قرآن میں مفرد مرکب مختلف صورتوں میں ۷۸ جگہ آیا ہے) " بحذف الالف بعد الحاء " (اصحٰب) لکھا جاتا ہے۔ اس کو رسم املائی کے مطابق (اصحاب) لکھنا (جیسا کہ ترکی، ایران اور بعض دیگر ممالک میں رواج ہو گیا ہے) رسم عثمانی یا رسم المصحف کی خلاف ورزی ہے۔

(۳) خٰلدون : کی عام املاء (برسم معتاد) " خالدون " ہے۔ تاہم قرآن کریم میں یہ لفظ یہاں اور ہر جگہ (اور قرآن میں یہ لفظ بصورت واحد، تثنیہ اور جمع مختلف تراکیب میں قریباً ۷۵ جگہ آیا ہے) " بحذف الالف بعد الخاء " (خٰلِدًا، خٰلِدَین،

---

[۱] المقنع (للدانی) ص ۲۰   [۲] نثر المرجان ج ۱ ص ۱۳۴ ۔ سیر الطالبین ص ۲۶

خلدون وغیرہ) لکھا جاتا ہے۔ اور یہ بھی رسم عثمانی کا متفق علیہ مسئلہ ہے لہذا اسے باثبات الف رسم املائی کی طرح لکھنا (جیسا کہ بعض ملکوں مثلاً ایران، ترکی وغیرہ میں رواج ہوگیا ہے) رسم قرآنی (عثمانی) کی خلاف ورزی ہے۔

۲:۲۷:۴ الضبط

زیر مطالعہ قطعہ آیات میں کلمات کے ضبط میں اختلاف کو کسی حد تک درج ذیل نمونوں سے سمجھا جاسکتا ہے۔ یہ "کسی حد تک" ہم نے اس لیے کہا ہے کہ همزة الوصل اور همزة القطع کو بذریعہ ضبط ظاہر کرنے کے بعض اور طریقے بھی ہیں۔ جن میں سے ہم نے صرف ایک کے اختیار پر ہی اکتفا کیا ہے اور باقی کو بخوفِ طوالت نظر انداز کیا ہے۔ اس موضوع پر راقم الحروف کا ایک مفصل مقالہ "کتابتِ مصاحف اور علم الضبط" کے عنوان سے ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی (اسلام آباد) کے سہ ماہی مجلہ "فکر و نظر" کی اشاعت محرم۔ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ (مطابق اکتوبر۔ دسمبر ۱۹۸۷ء) میں (ص ۱۷ تا ۱۴۸) شائع ہوا تھا جس میں مختلف ملکوں کے مصاحف سے ضبط کے پندرہ نمونے (عکسی فوٹو) بھی شامل ہیں۔ شائقین تفصیل کے لیے اس مقالہ کی طرف رجوع کرسکتے ہیں۔

قُلْنَا، قُلْنَا، قُلْنَا / اهْبِطُوا، اهْبِطُوا، اهْبِطُوا اهْبِطُوا / مِنْهَا، مِنْهَا، مِنْهَا / جَمِيعًا، جَمِيعًا، جَمِيعًا، جَمِيعًا / فَإِمَّا، فَإِمَّا، فَإِمَّا، فَإِمَّا / يَأْتِيَنَّكُمْ، يَأْتِيَنَّكُمْ، يَأْتِيَنَّكُمْ / مِنِّي، مِنِّي، مِنِّي، مِنِّي / هُدًى، هُدًى، هُدًى / فَمَنْ،

فَمَنْ ، فَمَنْ / تَبِعَ ، تَبِعَ / هُدَايَ ، هُدَايَ ،
هُدَايَ / فَلَا ، فَلَا ، فَلَا / خَوْفٌ ، خَوْفٌ ، خَوْفٌ /
عَلَيْهِمْ ، عَلَيْهِمْ / وَلَا ، لَا ، لَا / هُمْ ، هُمْ /
يَحْزَنُونَ ، يَحْزَنُونَ ، يَحْزَنُونَ / وَالَّذِينَ ، الَّذِينَ
الَّذِينَ ، اَلَّذِينَ / كَفَرُوا ، كَفَرُوا ، كَفَرُوا ،
كَفَرُوا / وَكَذَّبُوا ، كَذَّبُوا ، كَذَّبُوا ، كَذَّبُوا /
بِاٰيٰتِنَا ، بِاٰيٰتِنَا ، بِاٰيٰتِنَا / اُولٰئِكَ ،
اُولٰئِكَ ، اُولٰئِكَ ، اُولٰئِكَ ، اُولٰئِكَ /
اَصْحٰبُ ، اَصْحٰبُ ، اَصْحٰبُ / النَّارِ ، النَّارِ ،
النَّارِ ، النَّارِ / هُمْ ، هُمْ / فِيهَا ، فِيهَا ،
فِيهَا ، فِيهَا / خٰلِدُونَ ، خٰلِدُونَ ،
خٰلِدُونَ ، خٰلِدُونَ -

توجہ فرمائیے

تمام قارئین حضرات بالخصوص تنظیم کے رفقاء اور انجمن کے اراکین کی یاددہانی کے لیے عرض ہے کہ اپنے نام و پتہ کے لیبل پر درج زرِ تعاون ختم ہونے کی تاریخ کے مطابق آئندہ زرِ تعاون کی ادائیگی کا اہتمام جلد فرمایا کریں۔ یا کم از کم مطلع کر دیا کریں کہ پرچہ جاری رکھا جائے!

(سرکولیشن مینجر)